قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

(متفرقات)

دین اسلام

کی

حقیقت

فرقان الدین احمد

بسم اللہ الرحمان الرحیم

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقّاً وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہ

دین اسلام کی حقیقت

(۲)

یہ مضمون "قو انفسکم و اھلیکم نارا" کے سلسلے کا اکتالیسواں (۴۱) مضمون ہے؛ جس میں مقدمہ سمیت چونیتس (۳۴) مضامین "قو انفسکم و اھلیکم نارا (ڈیجیٹل ایڈیشن چہارم)" میں ایک کتابی شکل میں موجود ہیں جبکہ باقی سات (۷) مضامین (بشمول ھذا) انفرادی طور پر قلم بند ہیں۔ آپ اس کتاب سمیت موجودہ اور مستقبل میں قلم بند ہونے والے مضامین مندرجہ ذیل لنکس پر موجود پائیں گے؛

https://archive.org/details/@furqanuddin

https://ketabton.com/books?search=furqanuddin&lang=any&category=any

یاد دہانی کے طور پر عرض ہے کہ ان مضامین کے عنوانات میں "حقیقت" سے مراد اس خاص موضوع کی حقانیت جو مجھ جیسے عامی پر قرآن وحدیث کے مطالعہ سے واضح ہوئی ہے؛ یہی وہ حقانیت ہے جو علم کی صورت میں روز محشر میرے رب کے حضور میرے لیے حجت ہوگی یا (اعوذ باللہ) میرے پر حجت ہوگی۔

یہ مناسب موقع ہے کہ ان قارئین کے لیے جو اس تمام پیش کردہ اور مستقبل میں مزید قلم بند ہونے والی معلومات میں باہمی ربط اور مراتب کے متلاشی ہیں؛ ان پر اس مضمون کے ذریعہ نہ صرف اس کل معلومات کا باہمی ربط اور مراتب بیان کر دیا جائے تاکہ نہ صرف ان پر دین اسلام کی جامعیت کو واضح کر دیا جائے بلکہ ہر قاری "الصراط المستقیم" سے اپنی فکری؛ قولی اور عملی دوری کا ادراک بھی کر سکے؛ جو ان تمام مضامین کا اصل مطمع نظر ہے۔ مضمون کا آغاز ایک عام فہم دنیاوی مثال سے کرتے ہیں تاکہ شاید اس مثال کی روشنی میں دینی امور کے روابط اور مراتب کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

ہر انسان کی زندگی کا کوئی **مقصد** ہوتا ہے؛ مثلاً ڈاکٹر یا انجنیئر وغیرہ بننا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے کچھ امور ضروریات میں شمار ہوتے ہیں؛ مثلاً تعلیم حاصل کرنا؛ محنت کرنا؛ امتیازی نمبر حاصل کرنا وغیرہ۔ یہ ضروری امور فی نفسہ مقصد نہیں ہوتے بلکہ محض **مقصد** تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہیں اور اس باعث یہ امور **مطلوب** کے درجہ میں ہیں۔ اور اس **مقصد** کے حصول میں ناکامی کے دو اسباب ہیں؛ اول یہ کہ ان **مطلوب**

امور کے حصول کے ذرائع ہی یا فی نفسہ مقصد ہی غیر واضح ہو؛ جس کے باعث محنت کے باوجود انسان اپنے **مقصد** کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے یا دوم ان **مطلوب** امور کے متضاد وہ غیر مطلوب امور جن کی موجودگی میں انسان اپنے **مقصد** کے حصول سے غفلت کے باعث محروم رہ جاتا ہے؛ مثلاً مقصد کی اہمیت کا فقدان؛ محنت کی کمی؛ بے راہ روی؛ کاہلی؛ عدم دلچسپی وغیرہ۔ ہر وہ سبب جو انسان کے **مقصد** کے حصول میں مانع ہے اس کو **مہلکات** میں شمار کیا جاتا ہے۔

اگر آپ پر **مقصد**؛ **مطلوب** اور **مہلکات** کی اصطلاحات کا باہمی ربط اور مرتبہ واضح ہو گیا ہے تو امید ہے کہ آپ میرے مضامین کے ذریعے دین اسلام میں موجود **مقصد**؛ **مطلوب** اور **مہلکات** کو نہ صرف آسانی سے سمجھ سکیں گے بلکہ دین اسلام میں کامل طور پر داخل ہونے کے قرآنی حکم کی جامعیت اور ہمہ گیریت کا احساس بھی کر سکیں گے۔

- ✓ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ [سورة البقرة ؛ ۲۰۸] مومنو! **اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ** اور شیطان کے پیچھے نہ چلو وہ تو تمہارا صریح دشمن ہے۔

اللہ سبحان وتعالیٰ قرآن حکیم میں فرماتے ہیں؛

- ✓ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [سورة الذاريات ؛ ۵۶] اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ **میری عبادت کریں**۔

اس آیت سے بالعموم ہر انسان پر اور خصوصاً ہر اسلام کے دعویدار پر اس کی زندگی کا مقصد روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے؛ یعنی ہماری تخلیق کا **واحد مقصد** محض اللہ سبحان و تعالیٰ کی عبادت ہے اور کل دین اسلام کا منبع اور اس کا ہدف اسی **واحد مقصد** کا حصول ہے؛ باقی تمام دین (عقائد؛ اقوال اور اعمال کی شکل میں) اس مقصد کے حصول کے لیے **مطلوب** کے درجہ میں ہے۔ اب اس **مقصد** (یعنی اللہ کی عبادت) کے حصول کی دو شکلیں ہیں باطنی اور ظاہری؛ یعنی باطنی اور ظاہری طور پر **مطلوب** عقائد؛ اقوال اور اعمال کو اللہ سبحان و تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کو ہی دین اسلام میں توحید کہتے ہیں اور اسی کے باعث دین اسلام؛ دین توحید کہلاتا ہے۔ دین میں اسی **واحد مقصد** کے حصول کی ضرورت؛ اس کی اہمیت کا احساس اور اس کے حصول میں ناکامی کی صورت میں پیش آنے والے حقیقی امور کا ذکر "مقدمہ (۱)" اور "امید اور خوف کی حقیقت (۲)" میں بیان کیا گیا ہے تاکہ عقل بات سمجھنے کو اور دل بات ماننے کو تیار ہو سکے۔

عقیدہ توحید ایک **مقصد** کے طور پر صرف ایک جامد باطنی عقیدہ نہیں ہے بلکہ اپنے ارکان کی بدولت ہماری زندگیوں میں تمام **مطلوب** باطنی عقائد؛ ظاہری اقوال اور اعمال میں بھی یکساں وجود رکھتا ہے؛ جیسا کہ "**عقیدہ توحید کی حقیقت (۳)**" میں بیان ہوا۔ اسی نسبت سے "**عقیدہ توحید کی حقیقت (۳)**" والے مضمون کی حیثیت ان تمام مضامین میں اصل مقصد کی سی ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے رسالت کا عقیدہ **مطلوب** امور کی فہرست میں اولین درجہ رکھتا ہے جیسا کہ "**عقیدہ رسالت کی حقیقت (۴)**" میں بیان ہوا۔ کیونکہ اگر **مقصد کی چوٹی** اللہ کی محبت کا حصول ہے تو **مطلوب کی چوٹی** رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع ہے۔

- ✓ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ **[سورۃ آل عمران ؛ ۳۱]** کہہ دو اگر تم **اللہ کی محبت** رکھتے ہو تو **میری تابعداری** کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ہماری زندگیوں کی عمومی غلطی **مطلوب** کو **مقصود** ٹھہرا دینے کے باعث اصل **مقصد** سے غفلت ہے اور اسی عمومی غلطی کے باعث ہماری زندگیوں میں دو مقاصد بھی جنم لیتے ہیں؛ دینی مقاصد اور دنیاوی مقاصد۔ یعنی دین میں مطلوب امور (یعنی نماز؛ روزہ؛ زکوۃ؛ حج؛ محرمات سے اجتناب وغیرہ) کو دینی مقصد قرار دینے کے باعث ہی ہم دنیاوی امور میں اپنے آپ کو آزاد قرار دیتے ہوئے دنیاوی مقاصد کے حصول کو عین حق قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دین و دنیا میں **مطلوب** امور کا واحد **مقصد** اللہ سبحان و تعالٰی کی عبادت یعنی اس کی محبت کا حصول ہے اور دین و دنیا میں وہ تمام امور جن سے اس واحد **مقصد** کے حصول میں کوتاہی ہوتی ہو اس کا شمار **مہلکات** میں ہوتا ہے۔

مثلاً نماز کی حیثیت دین میں **مطلوب** کی ہے؛ جس سے اس کیفیت کا حصول مطلوب ہے جو ہمیں اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے احساس سے نصیب ہوتی ہے اور اسی کیفیت کو نماز سے باہر دینی و دنیاوی امور تک برقرار رکھنے سے ہی ہمیں وہ نماز نصیب ہو گی جو ہمیں کبائر کی صورت میں فاحشہ اور منکر سے روکنے کے باعث ہمیں اپنے واحد **مقصد** (یعنی اللہ کی عبادت) کے حصول کو ممکن بنا سکے گی۔

- ✓ اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ **[سورۃ العنکبوت ؛ ۴۵]** (اے محمد ﷺ! یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔ کچھ شک نہیں کہ **نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے**۔ اور خدا کا ذکر بڑا (اچھا کام) ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسے جانتا ہے۔

بعینہ روزہ کی حیثیت بھی دین میں **مطلوب** کی سی ہے؛ جس سے اللہ کے اس باطنی تقویٰ کی کیفیت کا حصول مطلوب ہے؛ جو روزہ سے باہر دینی و دنیاوی امور تک بر قرار رکھنے سے ہمیں اپنے واحد **مقصد** (یعنی اللہ کی عبادت) کے حصول میں اپنی جسمانی ونفسانی خواہشات کو دین کے تابع رکھنے میں مدد مل سکے گی۔

- ✓ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ [سورة البقرة ؛ ۱۸۳] مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ **تم پرہیز گار بنو**۔

مزید براں مال میں زکوۃ کی حیثیت بھی دین میں **مطلوب** کی سی ہے؛ جس سے جہاں ظاہری طور پر اس مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب موجود ہے؛ وہیں باطنی طور پر اس بات کا یقین کہ جب ہمارے پاس موجود مال اللہ کا عطا کردہ ہے؛ بغیر ہمارے کسی ذاتی استحقاق کے؛ تو اس مال کے مصارف بھی اس کی رضا مندی کے تابع ہونے چاہیے؛ جس سے درحقیقت نیک اعمال کی حرص کو مال کی محبت پر ترجیح دینے والی کیفیت کا حصول مطلوب ہے۔ جس کے باعث ہمیں اپنے واحد **مقصد** (یعنی اللہ کی عبادت) کے حصول میں اپنی جائز مالی ضروریات اور خواہشات کو دین کے تابع رکھنے میں مدد مل سکے گی۔

- ✓ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ [سورة البقرة ؛ ۲۵۴] اے ایمان والو **جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے** اس میں سے اس دن کے آنے سے **پہلے پہلے خرچ کرلو** جس میں نہ (اعمال کا) سودا ہو اور نہ دوستی اور سفارش ہو سکے اور کفر کرنے والے لوگ ظالم ہیں۔
- ✓ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ ۔۔۔ الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۔۔۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ [سورة البقرة ؛ ۱۷۷] نیکی یہی نہیں کہ ۔۔۔ اور **مال باوجود عزیز رکھنے** کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیں اور گردنوں (کے چھڑانے) میں (خرچ کریں) ۔۔۔۔ یہی لوگ ہیں جو (ایمان میں) **سچے** ہیں اور یہی ہیں جو (خدا سے) **ڈرنے والے** ہیں۔

اور اسی طرح حج کی حیثیت بھی دین میں **مطلوب** کی سی ہے؛ جس سے جہاں ظاہری طور پر نقل کی عقل پر فوقیت کا اظہار اور اقرار مطلوب ہے؛ وہیں باطنی طور پر اللہ کی اس محبت کی کیفیت کے احساس کا حصول بھی مطلوب ہے؛ جو اس کے برگزیدہ اور محبوب ہستیوں کی محبت بھری سنتوں کی صورت میں حج کے ہر قدم پر موجود ہے۔ یعنی کعبہ کا عاشقانہ طواف؛ صفاو مروہ کی سعی؛ مقام ابراہیم پر نماز؛ ملتزم پر دعائیں؛ سنت ابراہیم

کی پیروی میں رمی؛ منٰی کے میدان میں قیام؛ اللہ کا فرشتوں پر فخر کرنے والا دن یعنی عرفہ کا دن؛ مشعر الحرام یعنی مزدلفہ میں اللہ کا ذکرِ خالص اور ہدی (خون کا نذرانہ پیش کرنا تو ہمیشہ سے محبت کی نشانی رہی ہے اور عقل پرستوں کے لیے نا قابل توجیہ)؛ یہ تمام شعار اللہ سبحان و تعالٰی سے محض اپنی محبت کا اظہار ہے۔ ان شعار کی ادائیگی میں اللہ کی اس محبت کو اختیاری طور پر محسوس کرنا اور اسی کیفیت کے احساس کو حج سے باہر دینی و دنیاوی امور تک برقرار رکھنے سے ہمیں اپنے واحد **مقصد** (یعنی اللہ کی عبادت) کے حصول میں دیگر تمام محبتوں کو دین کے تابع رکھنے میں مدد مل سکے گی۔ انہیں محبت بھری نشانیوں اور اللہ سبحان و تعالٰی کے بے نیازی کے اظہار کے ذریعے اس کی محبت کے حصول کا ذکر مندرجہ ذیل آیت میں موجود ہے۔ (کیونکہ بے نیازی عدم محبت کو ملزوم ہے)

- ✓ إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۞ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ [سورة آل عمران ؛۹۶-۹۷] پہلا گھر جو لوگوں (کے عبادت کرنے) کے لیے مقرر کیا گیا تھا وہی ہے جو مکے میں ہے بابرکت اور جہاں کے لیے موجبِ ہدایت۔ اس میں **کھلی ہوئی نشانیاں ہیں جن میں سے ایک ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ** ہے جو شخص اس (مبارک) گھر میں داخل ہوا **اس نے امن پالیا** اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو **خدا بھی اہلِ عالم سے بے نیاز ہے**۔

اسی **مقصد** اور **مطلوب** میں فرق کو "عبادت اور عبادات کی حقیقت (۵)" کا مضمون مزید بیان کرتا ہے۔ وہیں عقیدہ توحید (یعنی واحد مقصد) کی ضد "طاغوت کی حقیقت (۶)" میں بیان ہوئی؛ کیونکہ طاغوت سے باطنی اور ظاہری برأت کا اظہار کے بغیر توحید نہ صرف شرک آلودہ بلکہ اکثر حالات میں موجود ہی نہیں ہے؛ چاہے زندگی میں **مطلوب** امور موجود ہوں۔ اسی کی مطابقت میں عقیدہ رسالت (یعنی واحد مطلوب) کی ضد "گناہ صغیرہ کی حقیقت (۷)" والے مضمون میں بیان ہوئی؛ کیونکہ صغائر سے باطنی اور ظاہری جہالت ہی رسول اللہ ﷺ کی کامل اتباع کی مانع ہے۔ "ایمان کی حقیقت (۸)" والا مضمون ہماری زندگیوں میں انہیں **مطلوب** امور کی موجودگی یا غیر موجودگی کے باعث اپنے **مقصد** سے قربت یا فرقت جانچنے کا ایک پیمانہ مہیا کرتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی بہت سادہ تھی؛ علمی موشگافیاں معدوم تھیں؛ اللہ سبحان و تعالٰی کی واحدانیت اور کبریائی کے اظہار اور نفاذ کے ذریعے اس کی محبت کے حصول کی **مقصدیت** واضح تھی؛ رسول اللہ ﷺ کی صورت میں

مطلوب کی چوٹی آنکھوں کے سامنے تھی؛ جس کے نتیجے میں دین کے اصول اور فروع انتہائی واضح تھے؛ جس کی بدولت دین کے اصولوں میں تبدیلی سے پہلے صحابہ ؓ جان دینے پر راضی تھے جبکہ دین کے فروعات پر (کفار تک کے ساتھ) انتہائی کشادہ دل؛ جس کے بدولت ان کو اپنے مقصد کے حصول میں ایسی کامیابی نصیب ہوئی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان سے اپنی رضامندی کا سرٹیفکیٹ جاری کر دیا۔

- ✓ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ **[سورة الروم ؛ ۳۲]** جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے۔ اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ **خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش۔ یہی گروہ خدا کا لشکر ہے۔** (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ؛ امت میں علم کی بہتات ہوگئ؛ اللہ سبحان و تعالیٰ کی واحدانیت اور کبریائی کے اظہار اور نفاذ کے ذریعے اس کی محبت کے حصول کی مقصدیت غیر واضح ہوتی چلی گئ؛ رسول اللہ ﷺ کی صورت میں **مطلوب** حقیقی کے بجائے اپنے اپنے مکتب فکر کا مطلوب ترجیح پانے لگا؛ جس کے نتیجے میں دین کے اصول اور فروع میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو گیا؛ جس کی بدولت اللہ کی سنت کے عین مطابق اس امت نے بھی دین کے حصے بخرے کرنا شروع کر دیا اور ہر گروہ نے اصل مقصد کو پس پشت ڈال کر اپنے اپنے فروعی مطلوب کو ہی دینی مقصد کے طور پر پیش کر کے امت میں فرقہ بندی کو عام کر دیا اور آج امت مسلمہ بنی اسرائیل کی پیروی میں ؛ دین کے فروعات میں تبدیلی سے پہلے جان دینے پر راضی ہیں اور دین کے اصولوں پر (کفار تک کے ساتھ) انتہائی کشادہ دل۔

- ✓ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ **[سورة الروم ؛ ۳۲]** (اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے **دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا** اور (خود) فرقے فرقے ہوگئے۔ سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو اُن کے پاس ہے۔

عصر حاضر میں اس کی واضح ترین مثال مشہور زمانہ "کرونا" نامی دجالی فتنہ کے دنوں میں مختلف دینی فتویٰ کی

صورت میں دیکھی جاسکتی ہے؛ جن کی بدولت مطلوب امور (یعنی نمازوں کا قیام؛ رمضان کی تراویح؛ مساجد کی آبادکاری؛ عمرہ وحج کا قیام وغیرہ) نے مقصود کا روپ ڈھال کر اللہ کی عبادت والے حقیقی مقصد کو پس پشت ڈالتے ہوئے دین کے اصولوں کو انتہائی کشادہ دلی سے کفار کی پیروی میں نہ صرف قابل تغیر قرار دے دیا بلکہ بیشتر کو قابل ساقط۔

اسی بات کی حقیقت اور دین میں مطلوب امور میں مراتب کا بیان "ضروریات دین کی حقیقت (۹)" میں موجود ہے؛ اور دور حاضر میں علماء کی مختلف فیہ آراء میں دین کے واحد مقصد تک پہنچانے والے مطلوب امور کو ڈھونڈنے کے لیے "حق کی پہچان کی حقیقت (۱۰)"؛ "تقلید کی حقیقت (۱۱)" اور "رخصت اور حفاظتی تدبیر کی حقیقت (۱۲)" والے مضامین قلم بند کیے۔

اپنے مقصد کے حصول کے لیے مطلوب امور کی ادائیگی میں سب سے بڑی رکاوٹ دنیا کی محبت ہے؛ جس کو شیطان نہ صرف ہمارے لیے مزین کرتا رہتا ہے بلکہ فقر و فاقہ کے خوف میں مبتلا رکھتے ہوئے ہمیں اپنے حقیقی مقصد کے حصول سے غافل بھی رکھتا ہے؛ جبکہ اللہ تعالیٰ مطلوب امور کے ذریعے اپنے مقصد میں کوشاں افراد سے فضل اور رحمت کا وعدہ کر چکا ہے؛ اور اللہ سبحان و تعالیٰ سے زیادہ سچا کون ہو سکتا ہے۔

- ✓ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ [سورة البقرة ؛ ۲۶۸] (اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) تمہیں **تنگ دستی کا خوف** دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔ اور خدا تم سے اپنی **بخشش اور رحمت کا وعدہ** کرتا ہے۔ اور خدا بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

اسی بخشش اور رحمت کے وعدہ کی حقانیت واضح کرنے کے لیے "مخلوق کی حقیقت کی مثال (☆[1])"؛ "تقدیر کی حقیقت (۱۳)"؛ "نعمت اور مصیبت کی حقیقت (۱۴)" اور "رزق کی حقیقت (۱۵)" والے مضامین قلم بند کیے۔ اور اس بخشش اور رحمت کو متوجہ کرنے کے لیے ایک مومن کا سب سے مؤثر ہتھیار یعنی دعا کے حدود و قعود اور قبولیت و موانع کے حقائق کو "دعا کی حقیقت (☆[2])" میں تفصیلی طور پر بیان کیا۔

اپنے مقصد کے حصول کے لیے مطلوب امور کی ادائیگی میں دوسری سب سے بڑی رکاوٹ ہماری معصیتیں ہیں جن کا شمار مہلکات میں ہوتا ہے؛ انہیں مہلکات کے باعث ہماری زندگیوں میں موجود مطلوبہ امور نہ

---

1 تادم تحریر یہ مضمون فی الحال قلم بند نہیں ہوا۔

2 تادم تحریر یہ مضمون فی الحال قلم بند نہیں ہوا۔

صرف اپنے دنیاوی اثر سے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ اسی باعث ہم اپنے واحد مقصد حیات کے حصول میں ناکام اور اخروی اجر سے بھی محروم قرار پاتے ہیں۔

- ✓ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۞ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا [سورة الكهف ؛ ۱۰۳-۱۰۴] کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو **عملوں کے لحاظ** سے بڑے نقصان میں ہیں۔ وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں **برباد ہوگئی**۔ اور وہ یہ **سمجھے ہوئے** ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

ان **مہلکات** کے سنگینی کے اعتبار سے مختلف مدارج ہیں؛یعنی گناہ کی سنگینی کے احساس کے ساتھ ارادتاً ارتکاب (معصیت)؛ گناہ کو ہلکا سمجھتے ہوئے ارادتاً ارتکاب (عملی نفاق)؛ گناہوں کے دائرہ کو دوسروں پر زبردستی یا غیر زبردستی مسلط کرنا(ظلم)اور گناہ کو حلال و جائز سمجھنا(کفر)۔

مثلاً کسی شرعی عذر کے بغیر ترک نماز کو سنگین گناہ مانتے ہوئے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی (معصیت) ہے؛ مگر اسی گناہ کو ہلکا سمجھتے ہوئے نماز کی ادائیگی میں کوتاہی (عملی نفاق) ہے؛ دوسروں کو اس گناہ کے ارتکاب پر قولی و عملی طور پر زبردستی یا غیر زبردستی مجبور کرنا(ظلم) ہے؛اور نماز کی عدم ادائیگی کو جائز جاننا اور ماننا معصیت کی انتہا یعنی (کفر) ہے۔

فکری؛ قولی اور عملی **مہلکات** کے انہی مختلف مدارج کا بیان "گناہوں کی حقیقت (۱۶)"؛" نفاق کی حقیقت (۱۷)"؛" ظلم کی حقیقت (۱۸)" اور "کفر کی حقیقت (۱۹)" میں موجود ہے۔ کفر کی حقیقت کے ضمن میں ہی "نواقضِ اسلام کی حقیقت (۲۰)" والا مضمون اس کے تتمہ کے طور پر موجود ہے۔مال سے متعلق **مہلکات** "اسراف،ابذار اور تکلف(۲۱)" والے مضمون میں ضبط تحریر کیے۔

یہ تمام **مہلکات** جہنم کو واجب کرتی ہیں (الا ما شاء الله)؛فرق صرف عذاب کی شدت اور مدت میں ہے۔ جس کے باعث کفر کی معصیت کا عذاب اپنی شدت اور مدت کے حساب سے ، ظلم کی معصیت کے عذاب کی شدت اور مدت سے کہیں زیادہ ہو گا اور اسی ترتیب سے ظلم کی معصیت کے عذاب کی شدت اور مدت ، عملی نفاق کی معصیت کے عذاب کی شدت اور مدت سے بہت زیادہ ہو گی اور عملی نفاق کی معصیت کے عذاب کی شدت اور مدت گناہ کبیرہ کی معصیت کے عذاب کی شدت اور مدت سے زیادہ ہو گی۔

یہاں یہ بات ضرور ملحوظ خاطر رہے کہ کفر میں بذات خود دو مدارج ہیں؛"کفر حقیقی" جو ابدی جہنم کا باعث ہے اور "کفر مجازی" جو ابدی جہنم کا مانع ہے۔ ہر معصیت؛ عملی نفاق؛ ظلم کی طرح ہر کفریہ عقیدہ؛ قول اور

عمل والی معصیت بھی اللہ کے علم میں تطہیر سے قبل عذاب جہنم کی ایک خاص مدت اور شدت رکھتی ہے؛ اور ہر معصیت؛ عملی نفاق؛ ظلم کی طرح اس مخصوص کفریہ عقیدہ؛ قول اور عمل والی معصیت سے تطہیر کے بعد ہی وہ اگلے کفریہ عقیدہ؛ قول اور عمل والی معصیت کے عذاب میں مبتلا ہو جائے گا یہاں تک کہ شرک کے کفریہ عقیدہ؛ قول اور عمل والی معصیت کے عذاب میں مبتلا ہو جائے گا؛ یہ وہ کفر حقیقی ہے جو ابدی جہنم کو واجب کرتا ہے اور اللہ سبحان و تعالٰی کی بارگاہ میں قابل معافی اور قابل تطہیر نہیں ہے کیونکہ اس سے انسان کے زندگی کے واحد مقصد (یعنی اللہ کی عبادت) کی کلی نفی ثابت ہو جاتی ہے۔

- ✓ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا [سورة النساء ؛١١٦] خدا اس کے **گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہیے گا بخش دے گا**۔ اور جس نے خدا کے ساتھ شریک بنایا وہ رستے سے دور جا پڑا۔

دین اسلام کی ان حقیقتوں کو جان اور مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اپنے عقائد؛ اقوال اور اعمال کا مستقل محاسبہ ہی ان حقیقتوں پر فکری؛ قولی اور عملی استقامت کا ضامن ہو سکتا ہے؛ جس کو "محاسبہ کی حقیقت (٢٢)" اور پھر اسی ضمن میں قرآن حکیم سے محاسبہ کی صورت میں استفادہ کی ایک عملی مثال کے طور پر "محاسبہ بالقرآن (سورۃ الفاتحہ) (٢٣)" کی صورت میں قلم بند کیا ہے۔

باقی تمام مضامین کا تعلق عصر حاضر اور مستقبل قریب کے ان امور سے ہے جنہوں نے امت مسلمہ کی اکثریت کو براہ راست یا بالواسطہ متاثر کیا ہوا ہے یا کریں گے۔ مزید براں ہم عامیوں کی مشکل میں مزید اضافہ فرماتے ہوئے؛ امت کے اہل علم ان عصر حاضر کے امور پر باہمی طور پر مشرق و مغرب والا مؤقف رکھتے ہیں؛ یعنی کہ اہل علم کا ایک گروہ اگر کسی امر کو قابل قبول ٹھہراتا ہے تو دوسرے گروہ کے نزدیک وہ کفر ہے؛ اس طرح اگر کوئی امر اہل علم کا ایک گروہ کے نزدیک حلال ہے تو اسی امر کو دوسرا گروہ حرام قرار دیتا ہے؛ یا کوئی امر اہل علم کے ایک گروہ کے نزدیک عین عبادت ہے تو دوسرے تمام اہل علم کا اس کے بدعت مذمومہ ہونے پر اتفاق ہے۔ اب یقینی امر ہے کہ عمومی جہالت کے دور میں؛ ان امور میں اکثریت کے نزدیک دنیا کے حصول کو آسان بنانے والا مؤقف ہی واحد معیار حق قرار پاتا ہے؛ چاہے وہ ان کی زندگی کے واحد مقصد کی نفی پر مبنی ہو۔

عصر حاضر کے چار ایسے ہی مختلف فیہ امور کتاب میں یا انفرادی مضامین کی شکل میں قلم بند ہیں؛ جو مندرجہ

ذیل ہیں۔

- **اسلامی جمہوریت کا مسئلہ؛** اس کی کل حقیقت اور اس میں چھپے ہوئے طاغوت کو "نظام کی حقیقت (۲۴)"؛ "شریعت کی حقیقت (۲۵)"؛ "اصطلاحات کی حقیقت (۲۶)"؛ "جمہوریت کی حقیقت (۲۷)"؛ اور "آئینِ پاکستان کی حقیقت (۲۸)" کی شکل میں انتہائی واضح کیا ہے۔
- **جہاد فی سبیل اللہ کا مسئلہ؛** "جہاد کی حقیقت (۲۹)" اور "جہاد پر عمومی اعتراضات کی حقیقت (۳۰)" اس عظیم اور وسیع موضوع کے متعلق ایک انتہائی مختصر مگر واضح اصولی بنیاد مہیا کرتے ہیں۔
- **کفار اور مسلمانوں کا شرعی و غیر شرعی اختلاط؛** گلوبلائزیشن کی بدولت عصر حاضر میں یہ مسئلہ انتہائی وسیع اور حساس نوعیت کا ہے اور "الولاء والبراء کی حقیقت (۳۱)" اس مسئلہ کے پر فروعی معاملات سے قطع نظر کرتے ہوئے؛ دین میں مطلوبہ اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قلم بند کیا ہے۔
- **تصور تبلیغ دین اور تبلیغی جماعت؛** جس طرح بریلوی مکتب فکر کو "عید میلاد النبی ﷺ" محبوب ہے اور ان کے نزدیک عین عبادت کا درجہ رکھتی ہے؛ وہیں دیوبند مکتب فکر میں تبلیغ دین کا تبلیغی جماعت کی شکل میں ایک مخصوص قولی؛ نصابی اور عملی شکل میں تبلیغ عین عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ "تبلیغ کی حقیقت (۳۲)" اور "تبلیغی جماعت کی حقیقت (۳۳)" والے مضامین اسی مسئلہ پر قرآن و حدیث کی روشنی میں میرا تفصیلی نقطہ نظر بیان کرتے ہیں۔
- **اسلامی بینکاری؛** گو یہ گھمبیر ترین مسئلہ ہے اور اگر براہ راست نہیں تو بلاواسطہ تو ہر شخص عصر حاضر کے معاشی نظام کی بدولت اس مسئلہ کے بدولت سود کے غبار کا شکار ہے؛ مگر دو وجوہات کی وجہ سے یہ کل موضوع میرے تحریروں میں موجود نہیں ہے۔ اول وجہ یہ کہ اس مسئلہ کے حق اور مخالفت کے دلائل واضح تفصیلات کے ساتھ انتہائی آسانی سے مطالعہ کے لیے موجود بھی ہیں اور ان میں کوئی ابہام بھی نہیں ہے؛ اس موضوع کے شوقین حضرات مندرجہ ذیل لنک پر ڈاکٹر محمد زاہد صدیق مغل کے اسلامی بینکاری کے عنوان کے تحت تمام مضامین سے بخوبی استفادہ کر سکتے ہیں۔ (https://alsharia.org/zahid-siddique-mughal) ۔ دوسری وجہ میرے نزدیک بینکاری نظام قابل بحث ہی نہیں کیونکہ اصل مہلک مسئلہ قرضوں کی بنیاد پر معاشی نظام کی بنیاد بننے والا تخلیق زر کی آزادی ہے؛ جو اسلام کے تمام اصولوں کے مخالف اور دین کی مطلوبہ معاشی روح سے نہ صرف کوسوں دور بلکہ عین ضد۔ اب ہر وہ ادارہ یا افراد جو ایسے نظام کے استحکام یا استقرار میں مصروف ہوں ان کی سعی کو عین جائز یا حلال قرار دینا میری ناقص دینی سمجھ سے بعید ہے۔

مستقبل قریب کے دو موضوعات جن سے عصر حاضر میں ہماری امت کی دلچسپی عروج پر ہے یعنی دجال اور امام مہدی۔ انہیں دونوں کے متعلق اپنے خیالات قرآن اور حدیث کی روشنی میں اپنے محدود فہم کی روشنی میں کسی بھی ڈرامائی منظر کشی کے بغیر انتہائی سادہ الفاظ میں "فتنۂ عظیم کی حقیقت (۳۴)"؛ "دجالی فتنوں کی حقیقت (☆[3])"؛ "انسانی تاریخ کی حقیقت (☆[4])" اور "امام مہدی کی حقیقت (۳۵)" جیسے مضامین کی صورت میں قارئین کو اس نیت سے پیش کیے تاکہ وہ ذہنی؛ جسمانی اور قلبی طور پر آنے والے خطرات کے لیے تیار ہو سکیں۔

- ✓ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ ۔۔۔۔۔ [سورۃ الانفال ؛ ۶۰] اور **جہاں تک ہو سکے** زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے **ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو** ۔۔۔۔۔

ان تمام مضامین کی صورت میں معلومات قلم بند کرنے کے باوجود میں عالم ہونے کا دعویدار نہیں ہوں جس کا میں نے "مطالعۂ دین ذاتی نقطۂ نظر (۳۶)" والے مضمون میں تفصیلی اظہار بھی کیا ہے اور چونکہ دجالی فتنوں کے عروج کے اس زمانہ میں عالم حق کی اہمیت اور ضرورت مسلمہ ہے اسی نقطہ نظر سے عصر حاضر کے تناظر میں عالم حق میں موجود ہونے والے اوصاف کا ذکر "علمائے حق کی حقیقت (۳۷)" کی صورت میں قلم بند کیا ہے۔

گو ان تمام مضامین سے مستفید ہونے میں جنس کی کوئی شرط نہیں ہے اور یہ تمام معلومات مرد یا عورت دونوں کے لیے برابر کی اہمیت کی حامل ہے؛ مگر پھر بھی اس کے بنیادی مخاطب مرد حضرات ہی ہیں کیونکہ اللہ سبحان و تعالٰی نے اس دنیا میں اپنی عبادت یعنی ہمارے مقصد تخلیق کے پیغام کو عام کرنے کی دنیاوی ذمہ داری انبیاء اور دینی و دنیاوی اولو الامر کے بعد آخری درجہ میں "قوا انفسکم و اھلیکم نارا" کے حکم کے ذریعے خاندان کے سربراہ کو تفویض کی ہے جس کے باعث روز محشر وہ نہ صرف اپنے اعمال کا جوابدہ ہو گا بلکہ اضافی طور پر اپنے بیوی بچوں میں اس ذمہ داری کی ادائیگی کا بھی جوابدہ ہو گا۔ اسی مناسبت سے "اولاد۔ [صدقۂ جاریہ] کی حقیقت (۳۸)"؛ "دینی رشتہ کی تلاش کی حقیقت (☆[5])" اور "عورت کے مقام کی حقیقت

[3] تادم تحریر یہ مضمون فی الحال قلم بند نہیں ہوا۔
[4] تادم تحریر یہ مضمون فی الحال قلم بند نہیں ہوا۔
[5] تادم تحریر یہ مضمون فی الحال قلم بند نہیں ہوا۔

(۳۹)"کو قلم بند کیا تا کہ بحیثیت مرد ہمیں اس عظیم ذمہ داری کا احساس ہو سکے؛ اور بحیثیت عورت ہمیں اپنے حقیقی نائب ہونے کا۔

"اسبالِ ازار (۴۰)"کا مضمون محض آغاز میں ایک صاحب کے سوال کے جواب کی صورت میں تحریر کیا تھا اور محض عمومی استفادہ کی نیت سے کتاب میں شامل کیا؛ اس مضمون کا اختتام اپنے الفاظ میں شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکمت سے بھرپور نصیحت پر کرتا ہوں؛ جو سمجھنا انتہائی آسان مگر اس سے مستفید ہونا صرف اہل دل کا شعار ہے۔

> ان کی نصیحت کا مفہوم ہے کہ ہر شخص سچے دل سے اپنا ذاتی احتساب کرے کہ وہ دین اسلام کے کتنے **مطلوب** امور (عقائد؛ اقوال اور اعمال) کا عملی طور پر حامل ہونے کے باعث دین میں کس درجہ پر فائز ہے؛ اور پھر ان **مطلوب** امور کو دانتوں سے پکڑ لے یعنی مکمل استقامت کا مظاہرہ کرے؛ کوئی دنیاوی امر اس استقامت میں رخنہ ڈالنے کا باعث نہ بنے۔ اسی استقامت کی حالت میں اللہ سے اپنے دینی درجہ میں اضافہ کی ہوس کے ساتھ امید رکھے مگر مانگے نہیں؛ کیونکہ اللہ ہماری باطنی کیفیتوں سے یعنی تقویٰ سے بخوبی واقف ہے؛ تو اگر محض اس کی خواہش کے نتیجہ میں وہ اضافہ نصیب ہوا اور باطنی طور پر وہ اس کا اہل نہ ہوا تو اللہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے گا جو نتیجتاً اس کی دینی تنزلی کا باعث بن جائے گا اور اگر اس کی باطنی کیفیت کی بنیاد پر اللہ نے خود وہ اضافہ نصیب فرمایا تو وہ اپنی توفیق بھی شامل حال فرما کر؛ ان **مطلوب** امور کا اثر بھی نصیب فرمائے گا اور دین میں مزید استقامت بھی۔

دین میں اسی باطنی و ظاہری درجہ کی تحقیق ان مضامین کو قلم بند کرنے کی واحد وجہ بنی؛ کیونکہ جب تک پیمانہ دین ہی موجود نہ ہو؛ نہ ہی منزل کی سمت کا ادراک اور نہ ہی اس منزل سے اپنی (باطنی و ظاہری) دوری کا علم ہو تو سفر کا آغاز ہی کیسے ہو گا۔

لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ؛ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰلہٖ و صحابہٖ و بارك و سلم تسلیماً کثیرا کثیرا